مفہوم قرآن
بدلنے کی واردات
حصہ اوّل
افادات
علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
پی ایچ ڈی بغداد یونیورسٹی
اویسی بک سٹال
0333-8173630

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

شیخ المحدثین، جنید زمان، حافظ الحدیث، امام العصر

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری نور اللہ مرقدہ

کے نام جنہوں نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ایسی علمی روحانی اور ملی تحریک کے ذریعے مجھ جیسے ہزاروں افراد کو خدمت دین کیلئے تیار کیا۔

محمد اشرف آصف جلالی

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام

لاہور

(نوٹ) حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

الاهداء

مفکرِ اسلام، فاضلِ جلیل، مفسرِ کبیر، مجاہدِ تحریک پاکستان وتحریکِ ختم نبوت، مناظرِ بے نظیر، خطیبِ لاثانی، آفتاب ولایت

شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

کے نام جو قرآن مجید کی تفسیر اس انداز سے فرماتے، کہ سامعین کے دلوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش ہو جاتی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ عزوجل! ان کی قبر انور پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرما (آمین)

بندہ ناچیز طالب شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
محمد نعیم اللہ خان

عرضِ مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

مجھے عالم اسلام کے عظیم اسکالر (Scholar) حضرت علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی (فاضل بھکھی شریف فاضل بغداد شریف ایم اے عربی، پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی) کی "مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات" کے موضوع پر تقریر سننے کا اتفاق ہوا تو میں آپ کے وسعت مطالعہ، مؤثر انداز بیاں اور قرآنی آیات و احادیث سے مزین زبردست دلائل سے انتہائی متاثر ہوا۔ وہابیوں کے ظہور بے نور کے بعد سے لے کر قرآن و حدیث کے ظاہری استدلالات کی آڑ میں فکری آوارگی مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ جو خود قرآن کی معنوی تحریف کے مرتکب ہیں وہ خود کو عالم قرآن ثابت کر رہے ہیں یعنی چور بھی کہے چور چور والا معاملہ ہے۔

اس بے عملی اور دین سے بے راہ روی کے عروج کے دور میں میڈیا کی مدد سے اور دنیاوی مال و دولت کی بہتات کی وجہ سے یہ شر پسند فرقہ گمراہ کن لٹریچر چھاپ کے اور مفت تقسیم کر کے سطحی علم رکھنے والے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ لہٰذا انتہائی ضرورت ہے کہ ان کے اس طرح کے گمراہ کن لٹریچر کا ہر سطح پر بھرپور مقابلہ کیا جائے۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے

ہوئے میں نے ڈاکٹر صاحب کے اس موضوع کے انتہائی فکر انگیز اور بے مثال بیانات کو صفحہء قرطاس پر منتقل کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اب یہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ علماء کرام اور مقررین حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی سعی محمود سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے عوام کو اس خطرناک واردات سے آگاہ کریں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے **ایک ہزار** سے زائد بیانات جو کہ تقریباً ہر موضوع پر ہیں اور آپ کے کثرت مطالعہ اور تحقیق کا ثمرہ ہیں، ان کو کتابی صورت میں اکٹھا کر کے چھاپنے کا اہتمام کیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ عزوجل! ہمیں اس دور کے فتنوں سے ہر طرح سے محفوظ فرما اور ہمیں اپنے انعام یافتہ لوگوں کے صراط مستقیم پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ (آمین)

بندہ ناچیز پر تقصیر طالب شفاعت نبی کریم ﷺ

محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَھْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتَابِ لِتَحْسَبُوْہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الْکِتٰبِ ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

یَااَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حَلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و اتم برھانہ و اعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سیّد سروراں حامیء بیکساں، سیاح لامکاں، صاحب رمضان وقرآن، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفی ﷺ کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

محترم سامعین! ماہ رمضان المبارک کی رحمتیں اپنے عروج پر ہیں۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی بخشش ومغفرت عام ہے۔ ایسے پاکیزہ، معطر اور منور لمحات میں جمعۃ المبارک کی فضیلتوں کے ہمراہ آج ہم اللہ کے گھر (مسجد) میں حاضر ہیں۔ دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے۔

گذشتہ جمعہ آپ نے ایک معاشرتی برائی کے خاتمے، ایک عملی خرابی اور عملی بگاڑ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ایک نہایت ہی اہم موضوع پر گفتگو سماعت فرمائی۔ آج کا موضوع اپنے لحاظ سے نہایت ہی منفرد اور نہایت ہی ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا سبق ہے جو کہ پڑھایا جائے تو دینی مدارس کے سینئر (Senior) طلبہ کو۔ یہ سبق بندہ ناچیز کے طویل مطالعہ کا حاصل ہے۔ یہ میں آج آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میرے سامعین بڑے دلیر ہیں جو ہر اہم سے اہم فکری مسئلہ کو

سننے میں دلچسپی بھی رکھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

محترم سامعین! پورا دین متین ہمارا نصاب ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات ہی ہمارا نصاب نہیں ہیں بلکہ پورا قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے فرامین اور سنتوں کا وسیع ذخیرہ بھی ہمارا نصاب ہے۔ اس لئے ہم یہ چاہیں گے کہ ہم باری باری علوم کے ان تمام جہانوں کی سیر کریں اور اپنے آپ کو عادی بنائیں کہ دین کی بات اگرچہ مشکل بھی ہو اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے اور پھر سمجھ کر آگے اس کا عام چرچا کیا جائے۔

محترم سامعین! قرآن فہمی کے بڑے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے بڑے بڑے پروگرام چلتے ہیں۔ بلاشبہ، قرآن مجید کو سمجھنا اور پھر اس سے ہدایت حاصل کرنا، یہ ایک بڑا منصب ہے اور اس کے لئے بڑی شرائط ہیں۔ قرآن مجید برہان رشید کے اسلوب کو سمجھنا، انداز کو سمجھنا، مزاج کو سمجھنا اور پھر اس کی روشنی میں قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ قرآن مجید کا محض ترجمہ آ جانا، اس کو قرآن فہمی نہیں کہا جاتا۔ قرآن فہمی بڑی دور کی بات ہے۔

میری ناقص سوچ اور رائے کے مطابق موجودہ دور میں جتنی بھی فکری الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں، مختلف قسم کے گروہ اور طبقے بن گئے ہیں، مختلف قسم کے ٹولے اور مختلف قسم کے فرقے بن گئے ہیں ان کے بننے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے اسلوب کو نہ سمجھا گیا، قرآن مجید کے

مفہوم کو نہ سمجھا گیا بلکہ الٹا قرآن مجید کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی گئی۔ ایک ہے ترجمہ بدلنا اور ایک ہے مفہوم کو بدلنا۔ قرآن مجید کے الفاظ کو تو کوئی نہیں بدل سکتا مگر ترجمہ میں لوگوں نے غلطیاں کیں۔ علمائے حق نے ان غلطیوں کی نشاندہی کی۔

ترجمہ کی غلطی کی چوری کو پکڑنا آسان ہے اور مخاطب کو اس پر مطلع کرنا بھی آسان ہے مگر اس سے آگے ایک خطرناک واردات ہے۔ وہ ہے مفہوم کو بدلنے کی واردات۔ ترجمہ تو صحیح کیا جائے مگر اس کا غلط مفہوم سامع کے لئے ظاہر کیا جائے۔ لوگوں نے قرآن مجید کی آیات کا مفہوم بدل بدل کے اس کو بگاڑ بگاڑ کے، اپنی ہوس اور باطنی خواہش کو اوروں پر مسلط کر کر کے، امت میں انتشار وافتراق پیدا کیا۔ مفہوم کو بدلنا یہ ہے کہ اس کے روئے سخن کو تبدیل کر دینا۔ قرآن مجید کا روئے سخن کچھ لوگوں کی طرف ہو اور اس کو بدل کے اوروں کی طرف کر دیا جائے۔ ترجمہ وہی ہے لفظ وہی ہیں مگر روئے سخن کو بدل دیا جائے تو اس سے سارے کا سارا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ آج کے اس فکری بگاڑ اور سازشوں کے دور میں مفہوم بدلنے یعنی قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ صحیح کر کے لیکن اس کا رخ تبدیل کرنے سے بہت سی غلط فہمیاں اور انتشارات پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی جو آیات بتوں کے بارے میں تھیں اور اسی طرح جو کفار کے بارے میں تھیں یعنی ان کا روئے سخن تو کفار کی طرف تھا، ان کا رخ تو بتوں کی طرف تھا لیکن

کچھ لوگوں نے ترجمہ تو وہی کیا جو قرآنی آیات کا ہے لیکن ان کا رخ بدل دیا۔ ان آیات کا رخ کفار کی بجائے ولیوں کی طرف کر دیا۔ جس کی وجہ سے عظیم فساد پیدا ہوا۔ ایک عام انسان تو پریشان ہو کر رہ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ الفاظ قرآن مجید کے ہیں اور ترجمہ بھی ان الفاظ کا یہی ہے۔ مگر جو کچھ مجھے سمجھایا جا رہا ہے مجھے تو اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ جن لوگوں کے نام کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کا نشان بنایا ہے، انہی لوگوں کے بارے میں ان آیات کے اندر مذمت کی جا رہی ہے۔

یہ تضاد کیوں ہے؟ یہ مطلب کس طرح پیدا ہوا؟ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ تضاد مفہوم قرآن مجید میں واردات کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا، مفہوم قرآن کو بدلنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ میں اس سلسلہ میں قرآن مجید فرقان حمید سے آپ کو کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں کہ ترجمہ صحیح کرتے ہوئے بھی کس طرح مفہوم قرآن مجید بدل سکتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید میں ایک جملہ آتا ہے

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

جس کا معنی ہے اگر تم سچے ہو

خالق کائنات نے یہ جملہ بہت سی ذوات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے کہا

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ

مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(پ 1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 23)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں (بتوں) کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو

قرآن مجید فرقان حمید نے تو اس ساری بات کا یعنی جو کفار کے ساتھ جھگڑا تھا، مشرکین کے ساتھ جھگڑا تھا، اس کا حل ایک ہی بات میں پیش کر دیا کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کے لے آؤ مگر تم جھوٹے ہو، کذاب ہو، کافر ہو، تم سچے نہیں ہو، تم قرآن مجید کی مثل سورت بنا کے نہیں لا سکتے۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اگر تم سچے ہو

یہ جو اللہ کے باغیوں کے بارے میں بولا گیا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے بارے میں بولا گیا، اللہ تعالیٰ کے منکرین کے بارے میں بولا گیا، یہی جملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کے بارے میں بھی بولا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے پارے میں ہی وہ آیت ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اور یہ آیت جو میں اب پڑھنے لگا ہوں یہ بھی قرآن مجید کے پہلے پارے میں ہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا امتحان لیا تھا تو خالق کائنات نے ان سے فرمایا تھا۔

اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

(پ 1 سورۃ بقرۃ آیت نمبر 31)

مجھے ان چیزوں (اشیاء) کے نام تو بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو)۔ یہی مشرکین کو کہا گیا، بت پرستوں کو کہا گیا، کفار کو کہا گیا اور یہی اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فرشتوں کو بھی کہا گیا۔ فرشتے کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بل عباد مکرمون بلکہ میرے عزت والے بندے ہیں۔

عام بندے نہیں، اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بندے ہیں۔ جن کا ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزرتا ہے، جن کی خوراک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے، یہ فرشتے اللہ کی بندگی میں عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ خالق کائنات نے ان کو اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے زمین کے چپے چپے پر اور آسمانوں پر موجود ہیں۔ مگر خالق کائنات فرما رہا ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو۔

اب یہی جملہ مشرکین کو کہا گیا اور یہی فرشتوں کو کہا گیا لہذا دونوں کے لئے ایک جیسا حکم ہوا؟ جو دوسرا طبقہ ہے ان کا انداز استدلال ایسا ہی ہے۔

اب اس سے کوئی شخص فرشتوں سے دشمنی کی تحریک چلالے کہ فرشتے کوئی محترم ذات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مشرکوں کو کہا ہے وہی فرشتوں کو بھی کہا ہے۔ فرشتوں کو بھی اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ کہا ہے کہ اگر تم

سچے ہو! یعنی تم سچے نہیں ہو اور ادھر مشرکین کو بھی کہا کہ اگر تم سچے ہو تو تم یہ کام کرو۔ یعنی تم سچے نہیں ہو، تو دونوں کے بارے میں ایک ہی قسم کے الفاظ بولے گئے لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔

اگر کوئی شخص قرآن مجید کے یہ لفظ بولے اور ان کا ترجمہ بھی یہی کرے تو ترجمہ غلط نہیں ہے مگر مفہوم میں غلطی ہے، ترجمہ تو یہی ہے کہ

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اگر تم سچے ہو!

مگر قرآن مجید کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ دونوں طائفے سچا نہ ہونے میں برابر ہیں۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے راندے ہوئے ہیں، دھتکارے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مغضوب اور ملعون ہیں اور فرشتے اللہ کے محترم اور مکرم بندے ہیں جب لفظ دونوں کے بارے میں ایک ہی قسم کے آئے تو مطلب کیا ہے؟

اگر قرآن مجید کے اسلوب کو دیکھا جائے تو پھر صحیح مفہوم سمجھ میں آئے گا ورنہ صحیح مفہوم پر واردات ہو جائے گی اور قرآن مجید کا صحیح مطلب ہی ختم ہو جائے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) جو فرشتوں کو کہا گیا ہے اس کا مطلب کچھ اور ہے اور ان کنتم صادقین جو مشرکین کو کہا گیا ہے اس کا مطلب اور ہے۔

مشرکین کو جو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو! کس بات میں؟ وہ بات اور ہے اور جو ملائکہ کو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو؟ یہ اور بات ہے۔

مشرکین کو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو! کس بات میں سچے ہو؟ تم جو یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ پر اللہ کی طرف سے کچھ نازل نہیں ہوتا، یہ خود بولتے ہیں، خود آیات بناتے ہیں اور خود ہی سناتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ اے مشرکین! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو پھر قرآن مجید فرقان حمید کی مثل ایک سورت ہی بنا کے لے آؤ۔ وہاں سچائی کا تعلق اس خبر کے ساتھ ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ ان پر کچھ نازل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کچھ نہیں اترتا، اس بات میں اگر تم سچے ہو!

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات کے اترنے کا انکار تو کفر ہے۔ لہٰذا ان کا جو صدق چیلنج کیا گیا وہ صدق اس خبر میں ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بھی نازل نہیں ہوتا اور یہ خبر کفر ہے۔

اور ادھر فرشتوں کو جو کہا گیا تو وہ کوئی ایمان کفر کا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ مسئلہ کیا تھا؟ فرشتوں سے جب اللہ تعالیٰ نے مشورہ کیا تھا تو فرشتوں نے یہ کہا تھا تو وہ یہ اپنے طور پر، اللہ کے **امتحان لینے** سے پہلے کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ علم والی مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا یعنی جس کا علم ہم سے زیادہ ہو اور خلافت الٰہی کی مستحق ہو، اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما دیا، ان کو پڑھا دیا، ان کی علمی برتری کو ثابت کرنے کے لئے انہیں تعلیم دے دی، اس کے

بعد فرشتوں کو کہا: اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بڑا عالم پیدا نہیں فرمائے گا تو پھر مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ یہاں جو فرشتوں کا دعویٰ تھا یا خبر تھی اس میں کفر یہ بات نہیں تھی۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

ایک ہی قسم کا جملہ ہے، ایک ہی ترجمہ ہے، مگر فرق ہے۔

وہاں سچائی اور اعتبار سے ہے یہاں سچائی اور اعتبار سے ہے۔ مشرکین کے بارے میں یہ جملہ بولا گیا تو اس کا مفہوم اور ہے، فرشتوں کے بارے میں جو بولا گیا تو اس کا مفہوم اور ہے۔ مشرکین کو کہا گیا کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کچھ نازل نہیں ہوتا تو پھر سورت بنا کے لے آؤ اور مشرکین کا یہ دعویٰ کفر ہے۔

ادھر فرشتوں کو کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم سے بڑھ کر خلافت الٰہی کا کوئی مستحق نہیں ہے اور ہم سے بڑا کوئی علم والا پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر ان چیزوں کے نام بتاؤ اور یہ فرشتوں کا دعویٰ کوئی کفر نہیں تھا۔

یعنی اب یہ جوان کے صدق کو چیلنج کیا گیا تو یہ کوئی کفر والی بات نہیں تھی۔ یہ تو صرف ان کے اس دعوے کو مسترد کیا گیا کہ تمہارا جو یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بڑھ کر کوئی پیدا ہی نہیں کرے گا، ہم ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنیں گے۔ اے فرشتو! تمہارا یہ دعویٰ اور یہ خبر سچی نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے عزت والے بندے ہو، تم میری مخالفت نہیں کرتے، مجھ

سے سرکشی نہیں کرتے اور میں نے تمہیں اپنا قرب عطا فرمایا ہے مگر خلافت وہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرماؤں گا۔

اب جب اسلوب کو دیکھا گیا، ماقبل کو دیکھا گیا، پھر جا کے صحیح مفہوم واضح ہوا۔

ورنہ دونوں جگہ ہی اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ہے۔

لیکن اگر کوئی ان دونوں کو سامنے رکھ کے یہ تقابل کرتے ہوئے یہاں سے یہ مفہوم نکالے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو کہا وہی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا ہے۔ پھر فرق کیا رہ گیا؟

یہ مطلب نکل سکتا تھا لیکن یہ بہت بڑی غلطی تھی اور یہ غلطی تب درست ہو گی جب اسلوب کو دیکھا جائے گا۔ الغرض ایک انسان خالق کائنات کے کلام کے اسلوب کو دیکھنے کے بعد اس میں غور وفکر کر کے پھر اس مفہوم کی غلطی کی واردات سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ فتنہ پیدا کرنے والے قرآن مجید کی آیات سے ہی فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت فرماتا ہے۔

(پ1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 26)

قرآن مجید میں اتنی زیادہ وسعتیں ہیں کہ اسی سے ہدایت ملتی ہے اور گمراہوں میں اسی سے گمراہی چل نکلتی ہے۔ لہٰذا اس کا اسلوب یعنی اس

کے کلام کا رخ متعین کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کے رخ کو بدل دیا جائے تو لفظ وہی ہوں گے، ترجمہ وہی ہوگا مگر سارے کا سارا مقصد فوت ہو جائے گا۔

مثال نمبر 2

قرآن مجید فرقان حمید میں یہ مثال بھی ملتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ارشاد فرمایا اور مشرکین نے بھی اسے ہی دہرا دیا۔ جب انہوں نے اسے دہرایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔
اب عجیب صورت حال پیدا ہوئی کہ ایک بات اللہ نے خود ہی فرمائی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمائی ہے تو وہ بات سو فیصد سے بھی زیادہ سچ پر مشتمل ہے اور سچ ہی سچ ہے لیکن وہی بات جب مشرکوں نے اپنی زبان سے کہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ خالق کائنات نے یہ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی تھی۔ لفظ وہی ہیں، ترجمہ وہی ہے مگر مفہوم کو بدلا گیا تو خالق کائنات نے اپنا وہی کلام جسے سچ فرمایا تھا اور سچ پر ہی مشتمل تھا۔ جس وقت مشرکین مکہ اور منافقین نے اس کو بدلا۔ کس لحاظ سے بدلا؟ لفظ نہیں بدلا بلکہ مفہوم بدلا یعنی لفظ اللہ کے ہی بولنے کے ساتھ جس وقت انہوں نے اپنی طرف سے ایک غلط مفہوم بھی شامل کرنے کی کوشش کی تو خالق کائنات نے اس کو مسترد فرما دیا۔
آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں غلط کہہ رہا ہے تو ہمارے بعض لوگ کہتے

ہیں وہ تو قرآن مجید پڑھ رہا ہے، قرآن مجید کی آیت پڑھ رہا ہے اور قرآن مجید سے ہی درس دیتا ہے۔ میں یہ پوچھوں گا کہ قرآن مجید کا درس دینا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے؟ قرآن مجید کو سمجھنا اور سمجھانا، ترجمہ کرکر کے آیتیں سنانا اور کتابوں میں لکھنا۔ ہمارے عوام کو تو ترجمے کی غلطی کا بھی پتہ نہیں چلے گا، ارے یہاں تو مفہوم پر جا کے واردات ہو جاتی ہے اور اس مفہوم پر واردات کی وجہ سے سارے کا سارا اسلامی ڈھانچہ ہی تباہ ہو جاتا ہے۔

اب دیکھئے پارہ نمبر 8 میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 137)

مشرکوں کا شرک بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو یہ نہ کرتے۔

مشرک جو یہ شرک کر رہے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے یعنی شرک اللہ تعالیٰ کی مشیت یعنی چاہنے پر ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ مشرک جو شرک کر رہے ہیں مجھ سے بڑھ کر نہیں کر رہے ہیں کہ میں اگر ان کو قوت سے روکنا چاہوں تو روک نہ سکوں بلکہ میری عطا کی ہوئی طاقت سے ہی تو چلتے پھرتے ہیں، میری دی ہوئی قدرت سے ہی تو بولتے ہیں اور میرا کھا کے ہی تو جیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ پیدا ہی نہ ہوتے۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ کر، طاقتور ہو کے شرک نہیں کر رہے

بلکہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی تو مشرک شرک نہ کرتے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اب دوسرے مقام پر یہی بات مشرکین نے کہی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرما دیا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ اَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا

اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

(پ8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

کیا کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

اے محبوب! مشرک یہ کہیں گے، اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان کا یہ کہہ لینے اور ان کے اس بات کے قائل ہو جانے کے بعد ان کا جو رد ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا تھا

(سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

پھر فرمایا

اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُونَ ٥

تم تو صرف گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔

(پ8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

اے مشرکو! تم بکواس کرتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، گمان کی بات کرتے

ہو، اٹکلیں دوڑاتے ہو اور تخمینے لگا کے بات کر رہے ہو۔ تمہاری یہ بات سچ نہیں ہے۔ اب بظاہر ان کا قصور کیا ہے؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ

اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے

(پ 8 سورہ الانعام آیت نمبر 137)

مشرکین نے بھی یہ ہی کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ ان کی بات کا رد فرمایا۔ ان کو تکذیب کا مجرم قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ تم ظن کے پجاری ہو، وہم کے پجاری ہو، تم جھوٹ بولتے ہو، یہ ساری باتیں انہیں فرمائیں۔

انہوں نے تو وہی کلام دہرایا تھا جو اللہ تعالیٰ کا کلام تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ فلاں قرآن مجید سے استدلال کرتا ہے، قرآن مجید سے دلیل پیش کرتا ہے **دیکھیں** کہ مشرک اپنے شرک پر دلیل قرآن مجید فرقان حمید سے پیش کر رہے تھے۔ یہاں پارہ نمبر 8 میں ہے کہ مشرک عنقریب کہیں گے اور پارہ نمبر 14 میں ہے، جب انہوں نے کہہ دیا۔

انہوں نے کہا

وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ

مشرکوں نے کہا، اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

(پ 14 سورۃ النحل آیت نمبر 35)

انہوں نے وہ بات کہہ دی جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ وہ کہیں گے۔ اے محبوب! یہ تجھے کہیں گے میں تجھے پہلے ہی بتا دیتا ہوں کہ وہ تم سے کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کسی دوسرے کی عبادت نہ کرتے۔ اس نے چاہا ہے تو ہم نے کسی دوسرے کی عبادت کی ہے۔ ہم جو بتوں کے پجاری ہیں تو اللہ کی رضا سے ہیں۔

تینوں آیتوں کو سامنے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خود فرمایا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ   اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے

پھر فرمایا

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَكْنَا

اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

اور پھر تیسرے نمبر پر جو پارہ نمبر 14 میں ہے کہ جس چیز کی پہلے خبر دی گئی تھی وہ سامنے آ گئی۔ انہوں نے کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا

اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے۔

ہم نے عبادت کی ہی تب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاہا ہے۔

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا رد کیوں کیا؟ حالانکہ وہ بات وہی کر رہے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بات کو ردّ کیوں کر دیا؟ ردّ اس واسطے کیا کہ وہ مفہوم پر واردات کر رہے

تھے، قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو بدل رہے تھے۔ لفظ وہی ہیں جو اللہ کے ہیں، اگرچہ مترادف لفظ کوئی آ گیا ہے مگر اصل میں الفاظ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کہا، ان کو ظن کا پجاری کہا، ان کی تردید فرمائی، کس واسطے؟ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہوم بدل رہے تھے، ترجمہ نہیں بدل رہے تھے۔ لفظ بھی نہیں بدل رہے تھے۔ مفہوم بدل رہے تھے، جیسا کہ آج کچھ لوگوں کی عادت بن گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو جو بتوں کے بارے میں ہیں، مومنوں پر لگاتے ہیں، بتوں کے متعلق آیات کو، ان کا مفہوم بدل کے، ولیوں پر لگاتے ہیں۔ لفظ وہی ہیں، ترجمہ وہی کرتے ہیں اور اسٹیکر چھپواتے ہیں تو مفہوم وہی لیتے ہیں جو ان کے دلوں میں گندہ مفہوم ہے۔

تو یہ وہ طریقہ ہے جو مشرکوں نے اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کی تردید فرمادی کیا انہوں نے مفہوم بدلا تھا؟ مفہوم جو بدلا تھا اس کو ذرا تمہید سے سمجھ لیں۔ ایک ہے اللہ تعالیٰ کی مشیئت، مشیئت کا معنی ہے اللہ کا ارادہ۔ کائنات میں ایک پتا بھی اللہ کے ارادے کے بغیر ہل نہیں سکتا۔ لہذا مشیئت عام ہے اگر کوئی نیک کام کر رہا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے کر رہا ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا صرف نیک کام کے ساتھ ہے، برے کے ساتھ نہیں ہے۔ مشیئت تو نیک کی بھی ہے اور برے کی بھی ہے۔ اللہ کی مشیئت سے ہی برا برائی کر رہا ہے یعنی

اللہ تعالیٰ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہی کر رہا ہے۔ مشیت اور رضا میں فرق یہ ہوا کہ مشیت اللہ تعالیٰ کی نیک کے بارے میں بھی ہے اور برے کے بارے میں بھی ہے لیکن اللہ کی رضا برے کام میں شامل نہیں ہے، نیک کام میں شامل ہے۔ عمومی طور پر اردو دان بولتے ہوئے انہیں ایک ہی سمجھ لیتے ہیں مگر عربی زبان میں مشیت اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ مشیت ایز دی نیک کام کی بھی ہو سکتی ہے اور برے کام کی بھی کیونکہ جو برا ہے اس کا کوئی اور خدا نہیں کہ جس سے اس نے یہ برا کام کرنے کی طاقت لی ہے، یہ برا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نظام کے تحت ہی چل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت سے بڑھ کر گناہ نہیں کر رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہی ہو رہا ہے۔ مگر جب نیک بندہ نیک کام کر رہا ہے تو اس مشیت کے ساتھ ساتھ اللہ کی خوشنودی بھی شامل ہے، رضا بھی شامل ہے اور جب برا کام کر رہا ہے تو مشیت شامل ہے لیکن رضا شامل نہیں ہے۔

اب دیکھو، کیا ہوا؟ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ اگر اللہ چاہتا تو (مشرک) شرک نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کا اظہار فرما رہا تھا کہ یہ مشرک میری کائنات، میری سلطنت سے باہر نہیں ہیں، یہ جو کچھ کرتے پھرتے ہیں اپنے آپ کرتے پھرتے ہیں لیکن میری قدرت کے تابع ہیں، مجھ سے بڑھ کر نہیں کر

رہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے میری مشیئت کے تحت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف اپنی مشیئت کا اظہار کرنا تھا لیکن ہوا کیا؟ جب مشرکوں نے شرک کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم تو مارے جاؤ گے، نار جہنم کے شعلے تمہیں کھا جائیں گے، تمہیں شدید عذاب ہو گا۔ تو مشرکوں نے جواب میں کیا کہا؟ انہوں نے کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا   اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو، کیوں ڈراتے ہو؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق شرک کر رہے ہیں یعنی جو مشیئت کا لفظ تھا اس سے انہوں نے رضا والا مفہوم ظاہر کر دیا حالانکہ مشیئت رضا کو مستلزم نہیں ہے۔

یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہو، اللہ تعالیٰ اس پر راضی بھی ہو، ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیئت تو نیک کی بھی ہوتی ہے اور برے کی بھی ہوتی ہے مگر رضا الٰہی صرف نیک کام میں ہے، برے کام میں شامل نہیں ہے تو مشرکوں کا رد اللہ تعالیٰ نے اس واسطے سے فرمایا کہ انہوں نے شاء اللہ بول کے سرکار کے سامنے رضا الٰہی کا اظہار کیا کہ ہمارے کفر پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ہم بتوں کی پرستش کیوں کرتے؟ اللہ تعالیٰ راضی ہے اسی واسطے ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں معاذ اللہ وہی کلام الٰہی جو خالق کائنات نے خود فرمایا تھا، جب بتوں کے پجاریوں نے، مشرکوں نے، اپنے شرک کے دفاع میں اور اپنی بتوں کی

عبادت کرنے کے لئے پیش کیا تو اس مفہوم بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ کیا۔

لفظ نہیں بدلے، اس کا ترجمہ نہیں بدلا صرف مفہوم بدلا کہ اس میں صرف مشیت تھی لیکن انہوں نے مشیت کے ساتھ رضا کو بھی ظاہر کیا۔ سرکار سے کہنے لگے کہ بھلا ہمیں کیوں عذاب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ہم شرک کیوں کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے، وہ راضی ہے، تب ہی تو ہم کر رہے ہیں۔ مشیت کے ساتھ جب انہوں نے اپنے مفہوم میں رضا کو شامل کر دیا تو خالق کائنات نے فرمایا

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ

تم تو صرف گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

مشرکو! بکواس نہ کرو، میری مشیت ہر کام میں ہے، نیک کام میں بھی ہے برے میں بھی ہے مگر میری رضا بتوں کے سجدے میں نہیں ہے۔ میری رضا اپنے لئے سجدوں میں ہے۔ خالق کائنات نے فرمایا کہ میرے کلام کا مفہوم نہ بدلو۔ اگرچہ بول تم وہی رہے ہو مگر میری مشیت کے ساتھ ضروری نہیں کہ میری رضا بھی شامل ہو۔ میری مشیت ہر کام میں ہوتی ہے۔ دنیا میں نیک کام بھی میری مشیت سے ہوتا ہے اور برا کام بھی میری مشیت سے ہوتا ہے مگر میری رضا نیک کام میں ہے برے میں نہیں ہے۔

مثال نمبر 3

اب دیکھیے، قرآن مجید برہان رشید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

یہ تین مرتبہ آیا۔

ایک مرتبہ پ 5 سورہ النساء آیت نمبر 139 میں

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

دوسری مرتبہ پ 11 سورہ یونس آیت نمبر 65 میں

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

اور تیسری مرتبہ پ 22 سورہ فاطر آیت نمبر 10 میں

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

تو عزت سب اللہ کے لئے ہے

اب ان آیات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص ان کا رخ بدلے تو مفہوم بدل جائے گا۔ بے شک عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے بارے میں اتنی تاکید سے فرمایا ہے۔ ان بھی تاکید کے لئے ہے اور پھر جمیعا بھی تاکید کے لئے ہے۔ لہٰذا مطلب کیا نکلا؟

باپ کی کوئی عزت نہیں
بھائی کی کوئی عزت نہیں
استاد کی کوئی عزت نہیں
کسی بڑے کی کوئی عزت نہیں
کیونکہ اگر ہم ان کی عزت کریں گے تو معاذ اللہ گنہگار ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ عزت ساری میری ہے۔
اب تین آیات ہیں۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ○ — عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ○ — بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ○ — تو عزت سب اللہ کے لئے ہے

ان تین آیات کے اندر خالق کائنات یہ اعلان فرمارہا ہے کہ عزت ساری میری ہے تو اب جب رخ بدلا جائے گا تو پھر یہ ثابت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عزت نہیں کرنی چاہیے۔ تین آیات سے جو حکم ثابت ہو رہا ہے وہ پھر قطعی ہوا۔ تو پھر اوروں کی عزت کا انکار کر دینا چاہیے؟ اور وہ مخصوص طبقہ جو آیات کا مفہوم بدل رہا ہے اس سے کچھ بعید بھی نہیں کہ کچھ دنوں کے بعد یہ اسٹیکر بھی شائع کر دے۔

خدا کی قسم اگر انہیں اپنی عزت کا خطرہ نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی عزت کے خلاف یہ اسٹیکر ضرور چھاپتے کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرما رہا ہے کہ عزت

ساری میری ہے اور کسی کی نہیں ہے۔ یہ اپنی بے عزتی سے ڈرتے ہیں کہ پھر بچے ہماری عزت نہیں کریں گے۔ مفہوم بدلنے کا سلسلہ چل رہا ہے۔

غور کریں

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اب ترجمہ بالکل ٹھیک ہے کہ بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے مگر مفہوم یہ نکالنا کہ باپ کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ بھائی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ استاد کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ ولی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ صحابی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ اہل بیت کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ نبی علیہ السلام کی عزت نہیں، یہ سارے کے سارے مفہوم غلط ہیں ترجمہ صحیح ہے

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ○ تو عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

آپ سمجھ رہے ہیں کہ آج کل مفہوم پر کس طرح واردات ہو رہی ہے لفظ وہی ہیں ترجمہ صحیح ہے لیکن لوگوں کو غلط مفہوم بتا کر بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حسبی اللہ، میرے لئے اللہ کافی ہے۔ لیکن اس کا رخ تو نہ بدلو۔ اس کی جہت تو تبدیل نہ کرو، یہ میرے محبوب علیہ السلام نے کہا تو مشرکوں کو کہا اور مشرکوں کے لحاظ سے کہا۔ قرآن مجید سے اس کا ماقبل دیکھو

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

(پ 11 سورۃ التوبہ آیت نمبر 129)

اے مشرکو! مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں،

اے بتوں! مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں

میرے لئے میرا اللہ ہی کافی ہے۔

دیکھیں، کلام کا رخ بدلا جا رہا ہے، مفہوم پر واردات کی جا رہی ہے لفظ وہی ہیں ترجمہ وہی ہے لیکن لوگوں کو مفہوم غلط سمجھایا جا رہا ہے۔ مشرکین نے جب غلط مفہوم لیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کا رد فرمایا۔

تین آیات جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں جن کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ عزت ساری اللہ کے لئے ہے مگر جب ان آیات کا کوئی اسٹیکر چھپوا کر بازار بازار دکان دکان لگا دے تو آپ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ جب ساری عزت اللہ کے لئے ہے تو ہم کسی دوسرے (ماں، باپ، استاد، بھائی، پیر، شیخ) کی کیوں کرتے ہیں۔ تو محترم سامعین! یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن مجید کی آیات کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ساری عزت میری ہے تو کن کے مقابلے میں فرمایا، اللہ کے کلام کا رخ کدھر تھا؟ اللہ کن کی عزت کی نفی کر رہا ہے اور کن کی عزت کا ان کے اندر ہی ثبوت فرما رہا ہے۔ رخ بدلنے سے سارا مطلب خراب ہو رہا ہے۔ بات اصل میں یوں ہے کہ پانچویں پارے میں اس کا ماقبل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خوش خبری دو منافقین کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 138-139)

اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں

یعنی یہ منافقین مشرکوں کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں۔ ابوجہل کے پاس جا کر عزت کی بھیک مانگتے ہیں۔

محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

یعنی عزت ابوجہل کی نہیں، عزت تو خدا تعالیٰ کی ہے۔

اب ماقبل کے ساتھ کلام الٰہی کا رخ متعین ہوا۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

یہ منافقین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر، مسلمانوں کو چھوڑ کر اتنے عزت والوں کو چھوڑ کر ابوجہل کے پاس جا کے بیٹھتے ہیں۔ محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو، کیا وہاں عزت لینے جاتے ہو؟

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

اگرچہ اِنَّ بھی ہے، جَمِیْعًا بھی ہے مگر یہاں ابوجہل اور مشرکین کی عزت کی نفی ہوئی ہے مومنین کی عزت کی نفی نہیں ہوئی۔ کلام الٰہی کے رخ نے متعین کیا کہ عزت کی جو نفی ہوئی ہے وہ مشرکین کی عزت کی نفی ہوئی ہے نہ کہ مسلمانوں کی عزت کی بھی۔ اگرچہ بولا یہ جا رہا ہے کہ عزتیں ساری خدا کی ہیں مگر مومنین کی عزت کی نفی نہیں کی جارہی ہے۔

دوسری آیت جو سورہ یونس کی آیت نمبر 65 ہے اس کا ماقبل دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا

وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو

میرے محبوب! تجھے ان کی بات غم میں نہ ڈالے

مثلاً یہ جو مشرک کہتے ہیں

لَسْتَ مُرْسَلًا کہ تم رسول نہیں ہو

یہ بات جو ان خبیثوں نے کی ہے اے محبوب (ﷺ) تجھے غم میں نہ ڈالے، کیوں؟

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اس واسطے کہ آپ کو رسول انہوں نے نہیں بلکہ میں نے بنایا ہے۔ یہ عزت میں نے آپ کو دی ہے لہذا ان کی نفی سے آپ کی عزت کی نفی نہیں ہوگی۔ اس لئے یہ بات آپ کو غم میں نہ ڈالے۔

اب دیکھیں، انداز کلام کیا بتا رہا ہے؟ اگر صرف اتنا جملہ لیا جائے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عزت نہ قرار پائی۔ اس میں ان بھی ہے اور جمیعا بھی ہے مگر جب کلام الٰہی کے رخ کو دیکھا گیا کہ پیچھے بات کیسے آ رہی ہے تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا رد فرمایا جو نبی کریم ﷺ کو کہتے

لَسْتَ مُرْسَلًا کہ تم رسول نہیں ہو

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ

تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں

(پ13 سورۃ الرعد آیت نمبر 43)

اے محبوب (ﷺ) آپ ان مشرکوں سے کہہ دو کہ مجھے تمہاری گواہیوں کی ضرورت نہیں، میری رسالت پر میرے خدا کی گواہی کافی ہے۔

لہذا اے محبوب (ﷺ)

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۔

آپ کو ان کا قول غم میں نہ ڈالے

اس واسطے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

عزتیں ان کے پاس نہیں، ساری میرے پاس ہیں۔ وہ بے شک نفی کرتے رہیں کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں۔

اب تیسری آیت جو سورہ فاطر کی آیت نمبر 10 ہے اس کو ماقبل کے ساتھ دیکھئے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

جوعزت چاہتا ہوتو عزت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اے محبوب (ﷺ) جوعزتیں چاہتا ہو اسے بتاؤ کہ عزتیں میرے پاس ہیں۔

اب اس آیت نے واضح کر دیا کہ عزت کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بند کر کے رکھا ہو، کوئی الوہیت کی طرح کی چیز نہیں ہے کہ کسی اور کو دی ہی نہیں جا سکتی۔ فرمایا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ

اے لوگو! تم میں سے جو بھی عزت چاہتا ہو۔ تو آجائے کہ عزتیں اللہ کے پاس ہیں۔

ادھر آجائے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے، اللہ تعالیٰ عزتیں دے دے گا۔ لہٰذا اب وہی لفظ ہیں جس سے سمجھا جارہا تھا کہ عزت کسی اور کی نہیں۔ جب ہم نے ماقبل کو پڑھ کر اس کے مفہوم کو سمجھا تو ہر آیت سے یہ ثابت ہوا کہ خالق کائنات نے جو نفی فرمائی ہے تو بتوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے، مشرکوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے نا کہ اپنی عزت کی نفی فرمائی ہے اور نہ ہی اپنے رسولوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے اور نہ ہی مومنین کی عزت کی نفی فرمائی ہے۔ کتنے واضح لفظ تھے اور کیسا غلط مفہوم نکل رہا تھا لیکن جب ہم نے ماقبل کو دیکھا، اسلوب کلام کو دیکھا تو متعین ہو گیا کہ

1۔ جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان منافقوں سے

کہہ دو جو مشرکوں سے جا کے عزت مانگتے ہیں، انہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ عزتیں میرے پاس ہیں۔

2۔ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ جو مشرکین تمہیں کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو، گھبرانے کی بات نہیں کیونکہ عزتیں میرے پاس ہیں۔

3۔ اور اے محبوب (ﷺ) اپنے صحابہ سے کہہ دو کہ جو عزت چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ میری طرف رجوع کرے کیونکہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزتیں دینا چاہتا ہے اسی لئے تو اعلان کیا کہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں جو عزت چاہتا ہو وہ میری طرف آ جائے کہ میں اسے عزت عطا کر دوں۔

واضح ہو کہ ماقبل کو دیکھنے سے مفہوم درست معلوم ہوا۔ ورنہ ترجمہ تو سب کا ایک ہی تھا۔ لیکن جو بات آگے ثابت کی جا رہی تھی وہ غلط تھی۔ جب ہم نے آیت کے ماقبل کو، مفہوم اور اسلوب بیاں کو دیکھا پھر جا کے سمجھ آیا کہ اصل میں اگرچہ ان بھی موجود ہے، جمیعا بھی موجود ہے لیکن اللہ کا اس کلام سے مقصد اپنے محبوبوں کی عزت کی نفی کرنا نہیں بلکہ اپنے دشمنوں اور اپنے نبی کریم ﷺ اور مومنین کے دشمنوں کی عزت کی نفی کرنا ہے۔

پھر اس پر اللہ تعالیٰ نے مہر صداقت مزید ثبت کر دی۔ کس طرح؟

پ28 سورہ المنافقون آیت نمبر 8 میں ہے

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول، جو منافقوں کا سردار تھا، اس نے یہ اس وقت کہا جب ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے۔ اس رئیس المنافقین نے اپنے آپ کو تو عزت والا کہا اور سرکار کو سرکار کے غلاموں کو اذل کہا (معاذ اللہ)

جب اس نے یہ بکواس کی کہ جب ہم مدینہ شریف واپس لوٹیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو باہر نکال دیں گے تو خالق کائنات نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ○

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

(پ28 سورۃ المنافقون آیت نمبر 8)

منافقو! بکواس نہ کرو۔ عزت ساری میری بھی ہے، میرے رسول کی بھی ہے ان کے غلاموں کی بھی ہے

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ اللہ کے لئے عزت ہے

وَلِرَسُوْلِهٖ اس کے رسول کے لئے عزت ہے

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنین کے لئے عزت ہے۔

غور فرمائیں کہ کیا یہ کوئی اور قرآن ہے؟ یہ اسی قرآن مجید کا حصہ ہے جس میں پہلے تین مرتبہ آ چکا ہے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اب وہی قرآن کہتا ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کی بھی ہے اور سارے مومنین کی بھی ہے۔

پتہ چلا کہ جہاں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا تھا کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں کی عزت کی نفی فرما رہا تھا اور رسول کریم ﷺ اور مومنین کی عزت کی نفی نہیں فرما رہا تھا۔

یہ ہے مفہوم قرآن کو سمجھنا، یہ ہے قرآن فہمی، یہ ہے قرآن دانی، لوگ دو لفظوں کا لفظی ترجمہ پڑھتے ہیں اور مجتہد بن کے بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن مجید سے اس وقت تک ہدایت نہیں مل سکتی جب تک کہ قرآن مجید کے اسلوب کو نہ سمجھا جائے۔

اب دیکھیں، ترجمہ یہی ہے۔ اسلوب قرآن کو نہ سمجھیں تو آیتیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری عزتیں میری ہیں۔ ادھر یہ فرماتا ہے کہ میرے رسول علیہ السلام کی بھی ہے اور صرف ان کی ہی نہیں، سارے مومنین کی عزتیں ہیں۔

تو پتہ چلا کہ وہاں کلام الٰہی کا رخ مشرکوں کی طرف تھا اور ان کی عزت کی نفی کی جا رہی تھی اور اللہ تعالیٰ اپنوں کی عزت کی نفی نہیں فرما رہا تھا۔

مثال نمبر 4

سارے قرآن مجید کا یہی اسلوب بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ

اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا نہ سفارشی

(پ 7 سورۃ الانعام آیت نمبر 70)

مشرک نفس کے لئے کوئی ولی نہیں ہے اور کوئی شفیع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کا رخ مشرک نفس کی طرف ہے کیونکہ مومنین کی شفاعت باذن اللہ ہوگی۔ کتنی زیادتی ہے کہ لوگ یہ آیت مومنین کے بارے میں پڑھ دیتے ہیں کہ قیامت کے دن مومن کا کوئی ولی نہیں ہوگا، کوئی شفیع نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مشرک کو کہا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ۝

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے اور نہ مددگار

(پ 11 سورۃ توبہ آیت نمبر 116)

اے مشرکو! تمہارا کوئی ولی نہیں، تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ولی اور مددگار ہونے کی نفی مشرکوں کے لئے کی گئی ہے لیکن مومن وہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ یہ دعا کرتے ہیں۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۝

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 75)

مومن کہتے ہیں کہ ہمیں اپنا کوئی ولی دے دے، اپنا کوئی نصیر دے دے۔

الغرض مومن کے ولی کی نفی نہیں ہے، مومن کے نصیر کی نفی نہیں ہے۔ یہ جہاں جہاں نفی ہے وہاں کلام الٰہی کا رخ مشرکوں کی طرف ہے۔ بت پرستوں، کافروں اور بتوں کی طرف ہے لیکن ان کلام الٰہی میں تحریف کے مجرموں نے، ان گستاخوں نے، ان قرآن مجید کے مفہوم میں ردوبدل کرنے والوں نے، ان قرآنی آیات کو اپنے نفس کی تسکین کے لئے تختہء مشق بنانے والوں نے کیا کیا کہ ان آیتوں کا رخ موڑ کے مقدس نبیوں، ولیوں اور مومنین کی طرف کر دیا۔

قرآن مجید کے مفہوم پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، اللہ کے کلام کو اس کے صحیح مفہوم اور اسلوب سے ہٹ کر استعمال کیا جا رہا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کہتا ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ۔

اور ان (اہل کتاب) میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں

(پ 3 سورۃ آل عمران آیت نمبر 78)

یہ ان کی عادت تھی جو ان مفہوم قرآن میں واردات کرنے والوں تک پہنچی۔

ان کی عادت تھی کہ کتاب کا کچھ حصہ خود بناتے تھے، کچھ باتوں کو خود بناتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ہوتی تھیں۔ ایسے ہی آج ولی کی محبت پر ڈاکہ ڈالنے والے انبیاء کرام کی توہین کرنے والے اور بتوں کی آیات ولیوں پر چسپاں کرنے والے ہیں۔ کہ وہ ان ولیوں کو ان بتوں والی آیات میں شامل کر رہے ہیں۔ اللہ کا وہی فرمان یہ آواز دے رہا ہے کہ یہ آواز ٹیڑھی کر رہے ہیں، زبان بدل بدل کر چاہتے ہیں کہ وہ ولیوں کو ان میں شامل کر دیں حالانکہ وہ اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔

محترم سامعین! بات بڑی غور طلب ہے اور ٹائم بھی ختم ہونے کو ہے۔ میں نے نفس مسئلہ آپ کو سمجھا دیا ہے۔ موضوع بہت تفصیل طلب ہے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اس پر آپ کو جو کوئی بھی کوئی بھی آیت پیش کرے، جس جگہ سے بھی اس سے بلا جھجک کہہ دیں کہ تم مفہوم قرآن بدل رہے ہو، تم مفہوم قرآن پر ڈاکہ ڈال رہے ہو، آیت کا ماقبل پڑھ کے آؤ اور اس مفہوم کی دوسری آیات کو ساتھ ملاؤ اور پھر یہ بتاؤ کہ اس کا مطلب کیا بن رہا ہے؟ ورنہ ہمارے ساتھ بات نہ کرو۔

مثال نمبر 5

www.SirateMustaqeem.net

مفہوم قرآن پر حملہ کرنے والوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ مشرکوں نے بھی کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مسلمانوں کے ایک فرقہ جن کو خوارج کہتے ہیں، اس فرقہ نے جو مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا نے بھی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ان کو قتل کروا کر یہ ثابت کر دیا کہ مفہوم قرآن پر واردات کرنے والی یہ جماعت مرتد ہے، مسلمان نہیں ہے۔

مسلمانوں کا ایک فرقہ خوارج کے روپ میں سامنے آیا اور ان کی عراق میں، کوفہ کے قریب بستی تھی۔ وہ وہاں پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا انکار کر دیا تھا۔

ان خوارج سے پوچھا گیا کہ تم امیر المومنین کو مومن بھی نہیں سمجھتے ہو حالانکہ وہ اتنی زیادہ فضیلتوں کے حامل ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں، قریبی عزیز ہیں، بڑے پکے صحابی ہیں۔

انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ انہوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ انہوں نے آیت الٰہی کا انکار کر دیا ہے۔ لہذا ہم ان کو نہیں مانتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کون سی آیت کا انکار کر دیا ہے؟ کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ   حکم نہیں مگر اللہ کا

(پ 12 سورۃ یوسف آیت نمبر 40)

دیکھو، توحید پرست کہنے لگے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین تو دور کی بات ہے ہم ان کو

مومن ہی نہیں مانتے (معاذ اللہ) اس واسطے کہ انہوں نے اس آیت کا عملاً انکار کر دیا ہے اور غیر اللہ کو حکم تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ جب ان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا تو اختلاف کو دور کرنے کے لئے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو حکم مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ان کے فیصلہ کو مانا۔ انہوں نے ان کو اپنا حکم بنایا۔ اس طرح انہوں نے غیر اللہ کو اپنا حکم بنایا، غیر اللہ کو فیصل بنایا جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ — حکم نہیں مگر اللہ کا

اس طرح یہ غیر اللہ کو حکم ماننے والے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کا انکار کر دیا ہے اس لئے ہم ان کو مومن تسلیم نہیں کرتے۔

دیکھئے، آج بھی آپ سے کوئی قرآن مجید کی آیت پڑھ کے اپنے خود ساختہ گھناؤنے مطلب پر بات کرتا ہے تو آپ گھبرا جاتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں وہ تو قرآن پیش کر رہا ہے۔ دیکھئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نفی کو ثابت کرنے کے لئے بھی قرآن پیش کیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے علی!

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

حکم صرف اللہ کا ہے اور تم نے غیر اللہ کو حکم مانا ہے۔

آپ نے فرمایا

كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَبِهَا الْبَاطِلُ

بات سچی ہے لیکن مفہوم تم غلط لے رہے ہو۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ   حکم نہیں مگر اللہ کا

یہ الفاظ سچے ہیں، ترجمہ سچا ہے لیکن اے لوگو! تم مفہوم غلط لے رہے ہو۔ میں آپ کے سامنے مفہوم پر واردات کرنے والوں کی مثال پیش کر رہا ہوں۔ آج بھی مفہوم پر واردات کرنے والے یونہی کر رہے ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ

حکم صرف اللہ کا ہے۔

یہ الفاظ پڑھے، یہ آیت پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آیت سچی ہے۔ کون آیت کو رد کرسکتا ہے؟ مگر اُرِيْدُبِهَا الْبَاطِلُ مگر اس سے مراد غلط لی جارہی ہے۔

آیت غلط نہیں مراد غلط ہے۔

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ

یہ آیت بھی سچی ہے لیکن یہاں سے سرور کونین ﷺ کی ذات اقدس کی نفی کرنا جھوٹ ہے۔

یہ آیت سچی ہے لیکن ولیوں کی محبت کو باہر نکالنا جھوٹ ہے۔

یہ آیت سچی ہے مگر اولیاء کرام پر بتوں کا الزام لگانا غلط ہے۔

یہ آیت اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ (حکم صرف اللہ کا ہے) سچی ہے مگر اللہ والوں کے حکم کو نہ ماننا جھوٹ ہے۔

بات یوں ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔ امام جمال الدین زیلعی کی فن حدیث میں کتاب نصب الرایہ کی تیسری جلد میں ص ۴۶۱ اور ص ۴۶۲ میں اس کا تفصیلاً تذکرہ موجود ہے۔

جب آپ کا لشکر اس بستی حرورا کے قریب پہنچا جہاں وہ چھ ہزار کی تعداد میں اکٹھے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا

اے امیر المومنین! تھوڑا سا ٹھہر جایئے۔

اَبْرِدْ بِالصَّلٰوۃِ

آپ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

میں جا کے ان سے پوچھوں تو سہی کہ ان کا اختلاف کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ میں انہیں سمجھاؤں تو وہ سمجھ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وہاں پر مذاکرات کے لئے چلے گئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بڑے بڑے بظاہر نیک، پرہیز گار، دھاڑیوں والے، قرآن ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس شخص سے کیوں اختلاف کرتے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی آیات نازل ہوئی ہیں اور قرآن جن کے گھر اترتا رہا ہے۔ جو نبوت کے سایے تلے بڑے ہوئے ہیں۔ میں ان کی طرف سے مذاکرات کے لئے آیا ہوں۔ میں سرکار ﷺ کے مہاجرین کی طرف سے آیا ہوں۔ انصار کی طرف سے آیا ہوں۔ وہ سارے لشکر میں موجود

ہیں۔ مجھے انہوں نے بات کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مجھے بتاؤ تمہارا اعتراض کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہم تو قرآن مجید کو ماننے والے ہیں اور توحید والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ کا ہے

یہ جو غیر اللہ کو حکم ماننے والے ہیں ہم ان کو مومن نہیں مانتے۔ بس یہی ہمارا ان سے اختلاف ہے اور ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کوئی کتنا بڑا بھی ہے اللہ تعالیٰ کی آیت سے تو بڑا نہیں ہے۔ انہوں نے آیت کا انکار کیا ہے۔ اس لئے ہم ان کو نہیں مانتے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور اعتراض بھی ہے؟ انہوں نے دو اور اعتراض کئے۔ باقی اعتراضات بیان کرنے کا وقت نہیں، کسی اور وقت پر بتلاؤں گا۔ پہلا اعتراض ان کا یہی حکم کے متعلق تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ کا ہے۔

اور انہوں نے دو حاکم مانے ہیں، دو فیصل مانے ہیں، غیر اللہ حکم مان لئے ہیں۔ انہوں نے آیت کا عملاً انکار کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بڑے ٹھنڈے انداز میں انہیں سمجھایا۔ ذرا غور کرنا، یہ ہے فنی مناظرانہ انداز اور یہ ہے بحث کا انداز۔ آپ نے انہیں فرمایا

''کیا تمہیں قرآن پاک کی ایک آیت ہی آتی ہے؟ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ نہیں پڑھا؟

انہوں نے پوچھا ''کیا؟'' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ساتویں پارے میں فرمان ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔

اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے کہ تم میں سے دو ثقہ آدمی اس کا حکم (فیصلہ) کریں۔

(پ 7 سورۃ المائدۃ آیت نمبر 95)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح کا جانور اس نے مارا ہے اسی کی مثل جزا اس پر لازم ہے۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثل اس مرے ہوئے جانور کی قیمت کے لحاظ سے ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ صورت اور خلقت کے لحاظ سے ہو۔ بہر حال مثل اس پر لازم ہے۔ اب یہ کون بتائے کہ فلاں جانور کی فلاں مثل ہے یا یہ کہ فلاں جانور کی مثلی قیمت اتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ تم میں سے دو عادل آدمی فیصلہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر ایک کے بارے

میں آیت نازل نہیں کروں گا کہ کبوتر کی یہ جزا ہے اور خرگوش کی یہ جزا ہے۔تم میں سے دو ثقہ آدمی جو حکم لگا دیں وہ میرا حکم ہوگا۔خواہ وہ مسئلہ پہلی صدی میں آ جائے، دوسری میں آ جائے، چوتھی میں آ جائے، دسویں میں آ جائے یا گیارھویں میں آ جائے۔

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

تم میں سے جو دو عادل آدمی حکم کریں گے وہ ہی میری شریعت ٹھہرے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے لوگو! تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ انہوں نے غیر اللہ کو حکم کیوں بنایا۔آپ نے فرمایا

اَنْشُدُكُمُ اللهَ اَحُكْمُ الرِّجَالِ فِيْ حَقْنِ دِمَائِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اِصْلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ اَحَقُّ اَمْ فِيْ اَرْنَبٍ ثَمَنُهَا رُبُعُ دِرْهَمٍ

میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں بتاؤ کیا مسلمانوں کے خون اور جان کے تحفظ کے لئے اور آپس میں صلح کے لئے لوگوں کا فیصلہ مان لینا زیادہ ضروری ہے یا خرگوش کے بارے میں جس کی قیمت درھم کا چوتھائی حصہ ہے۔

یعنی قرآن مجید تو چار آنے کے خرگوش پر بھی دو حاکم بنانے کا حکم دے رہا ہے۔

چار آنے کا خرگوش مرنے پر قرآن مجید نے اس کے لئے بھی دو آدمی حاکم

بنائے ہیں کہ جو وہ حکم دیں وہی شرعی حکم ہوگا۔
آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک طرف تو چار آنے کا خرگوش ہے اور دوسری طرف پوری امت کا مسئلہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلح پوری امت کا مسئلہ تھا۔ تمہیں سمجھ نہیں آئی اور تم قرآن مجید کی ایک آیت لے کے بیٹھ گئے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ ان الحکم الا للہ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی حکم اس کا ہے اور جسے وہ چاہے وہ بھی اس کی نیابت میں حکم بن سکتا ہے۔ اس پر خوارج نے جواب دیا کہ واقعی یہ بات سچی ہے کہ خرگوش کے مقابلے میں مسلم امت کے خون کے تحفظ کے لئے غیر اللہ کو حکم مان لینا زیادہ ضروری ہے۔
محترم سامعین! یہ آیت آپ نے پہلے نمبر پر پڑھی اور دوسرے نمبر پر فرمایا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔
اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے
(پ5 سورۃ النساء آیت نمبر 35)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو دو حکم یعنی دو ثالث بناؤ۔ ایک مرد کے خاندان کی طرف سے اور ایک عورت کے خاندان کی طرف سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھ کے فرمایا

اے خارجیو! تم قرآن مجید کے سمجھنے کے دعوے کرتے ہو اور اپنے دعوے میں قرآن پیش کر رہے ہو، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟ میرا خدا تو ایک گھر بسانے کے لئے بھی دو حکم بنانے کا حکم فرما رہا ہے اور کہاں ایک گھر کی بات اور کہاں ایک پوری امت کی بات ہے۔

اسے کہتے ہیں مفہوم قرآن سمجھنا۔ ایک آیت پڑھ کے اس کا ترجمہ کر کے یہ پتا نہیں کیا کیا بنے بیٹھے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا حملہ کدھر ہو رہا ہے۔ ہماری بکواسوں کی ضرب کہاں کہاں لگ رہی ہے اور ہماری توہین کا اثر کہاں کہاں پڑ رہا ہے۔ ہم کس کس کی گستاخی کر رہے ہیں۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

خارجی ایک آیت پڑھ کے توحید کے علمبردار بنے ہوئے تھے۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ غیر اللہ کا حکم نہیں مانیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم آیت ٹھیک پڑھ رہے، لیکن اس سے مراد غلط لے رہے ہو۔ خدا تعالیٰ کے قرآن میں تو یہ ہے کہ اگر چار آنے کا خرگوش مر جائے تو پھر بھی حکم بنانا جائز ہے۔ اگر ایک گھر کا مسئلہ الجھ جائے تو پھر بھی حکم بنانا جائز ہے۔ یہاں تک فرما دیا ہے

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؏

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(پ5 سورۃ النساء آیت نمبر 65)

میں اپنی بات کو سمیٹے ہوئے کہوں گا کہ میری یہ تقریر اصول قرآن اور فہم قرآن کے لحاظ سے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں نے طویل مطالعہ کے بعد یہ باتیں اخذ کیں اور آپ کے سامنے پہنچا دیں۔ یہ آپ کے پاس میری امانت ہیں۔ ان آیاتِ کو یاد رکھیں اور پھر میری بات کو آگے پہنچائیں۔

آج فتنہ فساد کا دور چل نکلا ہے۔ آیات پڑھ کے صاحب قرآن پر اعتراضات کئے جا رہے ہیں اور آیات پڑھ کے اولیاء اللہ پر اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ میں آپ سے کہوں گا کہ ان لوگوں کا منہ بند کر دو۔ ان سے پوچھو کہ تم کہاں سے قرآن پڑھ رہے ہو۔ قرآن پڑھو تو سارا پڑھو۔ اس کے اسلوب بیان کو ذہن میں رکھ کے پڑھو۔ آیات کے انداز اور مخاطب کو دیکھو اور پھر ترجمہ کرتے ہوئے ان کے مفہوم کو لکھو اور بیان کرو۔ مفہوم پہ واردات نہ کرو۔

اللہ کا فرمان جہاں اللہ تعالیٰ کی عزتوں کو بیان کر رہا ہے وہاں اللہ کا قرآن اللہ والوں کی عزتوں کو بھی بیان کر رہا ہے۔

منافقوں نے یہ کہا تھا کہ ہم ذلیلوں کو مدینہ شریف سے نکال باہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ نہ تو میرے محبوب حضرت محمد ﷺ

ذلیل ہیں اور نہ ان کے خادم ذلیل ہیں بلکہ وہ تو عزت والے ہیں۔
میں نے نہ صرف اپنے محبوب علیہ السلام کو عزت دی ہے بلکہ ان کے
خادموں کو بھی عزت سے نوازا ہے۔

دیکھیں کہ میرے پیارے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کا حضور نبی کریم ﷺ
کے وقت کیسا انداز ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حضور سید عالم ﷺ اپنے گدھے پر سوار رئیس المنافقین عبداللہ
بن ابی ابن سلول کے پاس سے گزرے تو اس نے ناک چڑھائی۔ یہ
واقعہ بخاری شریف میں بھی ہے اور دوسری کتابوں میں مزید اضافے
کے ساتھ موجود ہے۔ اس نے ناک چڑھائی اور کہا

آذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِکَ

آپ کے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، کمانڈر صحابی، بول اٹھے

وَاللہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْکَ

خدا کی قسم! اے عبداللہ بن ابی ابن سلول میرے نبی کا گدھا تجھ سے
زیادہ خوشبو والا ہے۔

(بخاری ج 1 ص 370)

دیکھیں، ہم نے محبتوں کا یہ درس آج نہیں بنایا۔ یہ تو ہم نے ان لوگوں
سے سیکھا ہے جنہوں نے سرکار علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ ہم اعتراض کرنے
والوں میں سے نہیں ہیں۔ اے اعتراض کرنے والو! اے تنقید کرنے
والو! صحابہ کی محبت دیکھو، صحابی کیا کہتے ہیں بلکہ ایک روایت میں یوں

ہے

وَاللّٰہِ لَبُوْلُ حمارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْکَ

(الجلالین مع الجمل ج4 ص179)

خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے گدھے کا پیشاب تجھ سے خوشبو والا ہے۔

یہ عام گدھے کا بول نہیں بلکہ سرکار کے گدھے کا بول ہے۔

اے ابن ابی سلول! تو ناک چڑھا رہا ہے، تجھ سے سرکار علیہ السلام کے گدھے کا پیشاب بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ لہذا یہ عزت ان کے ذہن میں تھی کہ وہ سرکار کے گدھے کے بول کی بھی گستاخی برداشت نہ کر سکے۔ لیکن یہ آج کے بے لگام ہیں کہ میرے محبوب علیہ السلام کو منہ بھر بھر کے گالیاں دیتے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ ان کی کتابیں حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔ عزتیں تقسیم کرنے والا میرا خدا تو اپنے محبوب علیہ السلام کو عزتیں دے مگر اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ 14 میں لکھا ہے کہ

مخلوق کا ہر فرد بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان سے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (استغفر اللہ)

یہ تقویۃ الایمان ہے یا کہ جنازۃ الایمان ہے۔

ان لوگوں نے تو ایمان کا جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ کہتے ہیں اللہ کی شان کے آگے جو بھی چھوٹا ہے یا بڑا، بڑے تو سرکار علیہ السلام ہوئے، چھوٹے ہم ہوئے، جو بھی چھوٹا ہے یا بڑا، وہ اللہ کی شان کے آگے

چمار سے بھی ذلیل ہے (استغفر اللہ)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(پ28 سورۃ المنافقون آیت نمبر 8)

عزت میری ہے، میرے رسول کی ہے، مومنین کی ہے۔

یا اللہ! پھر اعتراض کیوں کیا جا رہا ہے؟

فرمایا

وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

لیکن منافقین نہیں جانتے

اگر منافقین ایسی بات کریں تو اس پر غمگین نہ ہو کہ منافقین کو اس بات کا پتہ چل ہی نہیں سکتا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایسے لوگوں کے بارے میں جو نظریہ تھا اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں وہ ایسے لوگوں کو ساری مخلوق میں سے شریر سمجھتے تھے کیوں؟

قَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(بخاری ج2 ص1024)

ان لوگوں کا جرم یہ ہے کہ جو آیات کافروں کے بارے میں نازل ہوئی

تھیں یہ وہ بتوں کی اور ان کی مذمت کی آیتیں ولیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں۔
آپ دیکھ لیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور کن لوگوں کے بارے میں یہ فتویٰ ہے اور کن کا یہ طریقہ ہے۔
میرے رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں اور اس کی صداقت کے بارے میں سوچیں۔ انسان کی حیرت گم ہو جاتی ہے کہ کس انداز میں سرکار علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔
ابن کثیر میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ سرکار علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا
مجھے اپنی امت پر کچھ چیزوں کا خطرہ ہے ان میں سے ایک قرآن ہے۔
سارے صحابہ پریشان ہو گئے کہ یہ قرآن تو ہدایت دینے کے لئے آیا ہے اور آپ نے اس کو اتنا سنبھال سنبھال کر رکھنے کی دعوت دی ہے اور آپ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھے تم پر قرآن کا خوف ہے۔
فرمایا۔ ہاں! ایک لحاظ سے مجھے خوف بھی ہے، کس طرح؟ فرمایا
يَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَيُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔
(ابن کثیر ج 3 ص 135)
فرمایا مجھے قرآن مجید کا خطرہ یہ ہے کہ منافقین اس کو پڑھ لیں گے اور مومنوں سے ٹکراتے رہیں گے۔ یہ سرکار ﷺ کے الفاظ ہیں۔
ہاتھوں میں قرآن لے کر پھرنے والوں کو پہچانو۔ اور دیکھو کیا فرمایا ہے منافقین میرا قرآن پڑھ جائیں گے اور قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کے

مومنوں سے ٹکرائیں گے، مومنوں سے جھگڑا کریں گے، مومنوں کو الزام دیں گے، مومنوں پر اعتراض کریں گے۔

قرآن مجید ہر ایک کے ذہن کی غذا نہیں ہے۔ یہ ہر ایک سے برداشت نہیں ہو سکے گا۔ جب منافقین بھی اسے پڑھ جائیں گے تو پھر فساد ہو جائے گا کیونکہ الفاظ تو تبدیل نہیں کر سکیں گے اس لئے ترجمہ بدل کر یا پھر مفہوم بدل کر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ طرح طرح کے فساد کھڑے کریں گے۔ آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مردِ حق آگاہ حضرت علامہ سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج و اشاعت کا سہرا اولیاء کرام کے سر ہے۔ انہیں کی تبلیغی کاوشوں نے برصغیر کے بت کدے کو توحید ایزدی کا گہوارہ بنایا۔ یہ اہل اللہ کی صدائے حق ہی تھی جس نے اس خطے کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا۔

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے سرزمین ہند میں سجدوں کی تخم ریزی کی۔ انہیں کی تابانیوں اور ضوفشانیوں نے شبستان ہند کو ایوان صبح بنایا۔ انہیں کی آہ صبحگاہی سے سوز و گداز کے لشکروں نے انسانی قلوب و اذہان کو مسخر کیا، اس ایمانی اور روحانی تحریک کے وہی حضرات وارث قرار پائے جن کی صحبت اکسیر سے کم نہیں ہوتی اور جن کا حرف سوز اور کلمہ تاثیر دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے۔

شیخ المحدثین جنید زماں حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار ایسی ہی جلیل القدر شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۹۱۵ء کو منڈی بہاؤالدین کے ایک قصبہ بھکھی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید محمد عالم شاہ صاحب ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۰ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کی عمر ابھی چار سال ہی تھی کہ چیچک کی وجہ سے بصارت سے محروم ہو گئے۔ مگر اللہ نے آپ کو بصیرت کے بے پناہ ذخائر عطا فرمائے تھے۔ بصارت سے محرومی آپ کو علمی دنیا کی جادہ پیمائی سے روک نہ سکی۔ چنانچہ آپ نے حضور پور ضلع سرگودھا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ نے ۱۹۳۶ء میں تحصیل درسیات کا آغاز کیا، جامعہ نعمانیہ امرتسر اور جامعہ فتحیہ اچھرہ سمیت دیگر کئی مدارس میں دس سال تک علوم دین سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ اور فنون درسیات میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں میں دورۂ حدیث شریف

کے لئے برصغیر کی تاریخی اور معیاری درسگاہ جامعہ مظہر الاسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا وہاں آپ نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ تعالی علیہما سے کتب حدیث پڑھیں۔ آپ نے درجہ حدیث کے امتحان میں جامعہ بریلی شریف میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے فرزند جلیل حضرت مفتی مصطفیٰ رضا صاحب رحمتہ تعالی علیہ نے آپ کو سند تکمیل کے ساتھ روایت حدیث کے لئے سند اتصال بھی عطا فرمائی اور آپ کو مزید چند ماہ کے لئے اپنے پاس ٹھہرا کر فتوی نویسی کے لئے خصوصی تربیت فرمائی اور سلسلہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت سے بہرہ ور فرمایا۔

آپ اعلحضرت شرقپوری رحمتہ اللہ تعالی کے خلیفہ اعظم حضرت پیر سید نور الحسن بخاری رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے شیخ کامل نے اس جوہر یگانہ کو مزید چمکایا اور آپ کو روحانی منازل طے کروائیں۔ حضرت پیر سید چراغ علی مراڑوی (والٹن) رحمتہ اللہ تعالی علیہ سے بھی آپ کا گہرا تعلق خاطر تھا۔

آپ کے شخصی خاکہ میں جو نقش سب سے زیادہ اجاگر تھا وہ عشق رسول ﷺ تھا' بارگاہ نبوت کے ساتھ آپ کو نسب کے علاوہ نسبت خاص بھی حاصل تھی۔ اس کے ظہور کا مشاہدہ کرنے والوں نے کئی بار مشاہدہ کیا چنانچہ آپ کے رفیق خاص استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب زید مجدہ نے بیان کیا کہ ''جب ہم بریلی شریف میں پڑھتے تھے تو دوران اسباق شاہ صاحب پریشان رہنے لگے میں نے سبب پوچھا تو فرمانے لگے معلوم نہیں ہمارا دورہ حدیث پڑھنا سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں قبول بھی ہے یا نہیں۔ بھوڑ محلہ پیلی بھیت روڈ بریلی کی مسجد کے حجرہ میں ہم مقیم تھے۔ ایک صبح بیدار ہوئے تو شاہ صاحب بے حد خوش تھے میں نے سبب پوچھا تو آپ فرمایا آج رات سید عالم ﷺ نے کرم فرمایا ہے۔ تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارا دورہ حدیث پڑھنا اور تمہارے اساتذہ کا پڑھانا دونوں قبول ہیں۔

آپ ایک حقیقی صوفی اور ایک کامل ولی تھے۔ علمی دنیا میں بھی آپ آفتاب نصف النہار کی طرح رخشندہ رہے۔ آپ ایک عظیم محدث' یگانہ روزگار فقیہ، بیدار مغز مفتی' نامور شیخ القرآن' زبردست اصولی' تاریخ ساز مدرس، نکتہ ور خطیب اور راست فکر مصلح تھے۔ آپ کو حافظ علوم عقلیہ ونقلیہ اور حافظ الحدیث والقرآن کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی پوری زندگی نسبی فضیلت اور کسبی عظمت کے جلو میں گذری۔

صداقت آپ کی زبان تھی، متانت ہم نشیں تھی۔ حسن اخلاق آپ کے ماتھے کا جھومر تھا، حسن معاملہ آپ کے ہمرکاب تھا ہمت آپ کا تکیہ تھی جرأت آپ کا عصا تھی بصرت آپ کی جلیس تھی فقاہت آپ کی مشیر تھی۔ تقوی آپ کے سائبان تھا، عشق رسول ﷺ آپ کا پیش رو تھا۔ ذہانت کو آپ سے انس تھا، استقامت آپ کے ہم قدم تھی، افتا کو آپ پے ناز تھا تدریس کو آپ پے فخر تھا، منطق و فلسفہ آپ کے رود خیال کے اردگرد خیمہ زن تھے معانی و بیان ان کے لوح فکر کی تحریریں تھیں، فقہ ان کے مطلع معارف کا ہلال تھی، علم حدیث ان کی کشت افکار پر برسنے والی بارش تھی، علم تفسیر آپ کے لئے نسیم شوق تھا۔

آپ کے پاس حسن صورت بھی تھا حسن سیرت بھی، رنگ لفظ بھی معنی نور معنی بھی، نشتر تحقیق بھی تھا اور شبنم تفہیم بھی، آہ صبحگاہی بھی تھی اور ذوق خود آگاہی بھی۔

آپ کے سینہ معرفت گنجینہ میں روز اول ہی سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بھرپور کام کرنے کا جذبہ موجزن تھا۔ اس عظیم مقصد کے لئے آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے منصوبہ بندی شروع کردی تھی۔ چنانچہ آپ نے شیخ کامل کے حکم پر ۱۹۴۱ء میں اپنے قصبہ بھکھی شریف (منڈی بہاؤالدین) میں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی جس کا نام جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ تجویز کیا گیا۔ یہ صرف ایک جامعہ ہی کی بنیاد نہیں تھی بلکہ نصف صدی پر محیط تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ یہ ملک کے طول و عرض میں اور بیرون ملک پھیلے ہوئے بیسیوں مدارس اور مراکز کا سنگ بنیاد تھا۔

آپ نے انتہائی نامساعد حالات میں اپنے کارواں کو سوئے منزل رواں دواں کیا۔ خدا جانے کتنی بابرکت وہ گھڑی تھی جب گوندل بار کی بنجر زمین کے دامن میں ایک دانش کدہ آباد کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اس عزم میں کتنا جزم تھا جس نے زمین کی ناہمواریوں کے باوجود گلشن آباد کرنے کا عہد کرلیا؟ اس ہاتھ میں کس قدر خوئے خلوص تھی جس نے خشت تاسیس رکھی اس دعا کی اثر کے ساتھ کتنی ہم آہنگی تھی جو جشن افتتاح میں مانگی گئی۔

ایک چھوٹی سے بستی ہے سادہ سا ماحول ہے پس ماندہ علاقہ ہے، سہولتوں کا فقدان ہے مگر معمار بڑا دل نواز ہے۔ وہ حرص و ہوا سے دور جہان استغنا کا باسی ہے وہ این و آن کے خوف سے بے نیاز ہو کر ایک علمی فکری اور روحانی انقلاب کا تانا بانا تیار کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ چکا ہے۔

پھر کیا تھا؟ ایک ولولہ اٹھا۔ نگاہیں اس طرف اٹھنے لگیں قدم اس سمت بڑھنے لگے، دل اس جانب جھکنے لگے۔ خیالات بدلنے لگے۔ ذھن جاگنے لگے۔ دانش بٹنے لگی، روشنی پھیلنے لگی۔ مزاج سنجیدہ ہوئے شعور پختہ ہوا۔ علم کی برکھا برسنے لگی معرفت کے جام چھلکنے لگے۔ کہیں اسرار قرآن پر بحثیں ہیں، کہیں نکات حدیث پر تبصرے ہیں کہیں اصلاح اعمال زیر بحث' کہیں اصلاح احوال موضوع سخن، کہیں مطالعہ ہے کہیں تکرار ہے۔ کوئی کسی کونے میں دیا جلائے رات کے گذر جانے سے بے خبر ہے کوئی کسی گوشے میں آنکھوں کو محو خواب کرنے کی بجائے محو کتاب کیے ہوئے ہے۔

امن و آشتی کا دور دورہ ہے۔ سکون کی خیرات بٹ رہی ہے۔ دن اور راتیں قال اللہ تعالی اور قال الرسول ﷺ کے ماحول میں گذر رہی ہیں آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے نزدیک سے بھی آ رہے ہیں اور دور سے بھی۔ قلوب و اذہان کی بیٹریاں چارج ہو رہی ہیں۔ کوئی مفتی بن کے لوٹا تو کوئی قاضی بن کر' کوئی مدرس بن کر لوٹا تو کوئی شیخ الحدیث بن کر' کوئی مبلغ بن کے لوٹا تو کوئی مصلح بن کر۔

وقت گزرنے کے ساتھ حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی اس جامعہ نے انقلاب نظام مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصلاح معاشرہ کی ایک زوردار تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ نے سینکڑوں ایسے فرزند پیدا کیے جن پر ملک پاکستان کو ناز ہے۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی نے چوالیس سال تک اس جامعہ کی مسند تدریس پر علم و عرفان کے جواہر لٹائے' آپ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں لوگوں نے علم حاصل کیا۔ آج بھی یہ جامعہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

آپ ایک واقعی شیخ طریقت تھے۔

ہزاروں لوگوں کو آپ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی آپ تادم آخر دینی مسائل میں عوام وخواص کی رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ نے پوری زندگی بلا معاوضہ افتا اور قضا کی ذمہ داری نبھائی۔ آپ کو فقہی جزئیات پر بڑا عبور حاصل تھا۔ قرآن وحدیث سے استدلال کے سلسلے میں اصابت فکر صلابت رائے کے مالک تھے۔ آپ فتوی لکھاتے وقت حوالہ کی کتابوں کا صفحہ اور سطر تک زبانی بیان کر دیتے تھے برصغیر کے عظیم مصلح حضرت امام احمد رضا خان

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے فکری امام تھے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پاکستان میں چلنے والی دینی وملی تحریکوں، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں جاندار کردار ادا کیا۔ آپ نے الحادی قوتوں اور فتنوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا آپ سیاسی طور پر جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ منسلک رہے اور قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر بھرپور اعتماد کیا۔

آپ ساری زندگی سنت رسول ﷺ پر سختی سے کاربند رہے اور اپنے تلامذہ اور متعلقین کو بھی اس کی تلقین فرماتے رہے۔

۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو صبح ساڑھے سات بجے آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کا مزار مبارک بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین میں ہے۔

حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو شیخ المحدثین قرار دیا جب کہ علامہ مولانا شاہ احمد نورانی زید مجدہٗ نے آپ کو "جلالۃ العلم والعلماء" سے یاد کیا۔

قرآن اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

چشم فلک نے کئی اقوام وامم کی فجر وظہر کا مشاہدہ کیا، کئی انقلابوں کے کارواں چلتے اور رکتے دیکھے۔ صفحہ ہستی پہ رقم کئی ادیان و مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ مگر جو کچھ اسے ملت اسلامیہ کے دور عروج میں نظر آیا اس سے اس کا صحن بصارت ہمیشہ سے یہی دامن تھا۔

انسانیت کو ایک ایسا دستور حیات میسر آیا جس نے اسے قعر ذلت سے نکال کے اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ امن و آشتی کی ایسی روشنی جوش شباب میں آئی جس نے باہمی نفرت و عداوت کے دبیز اندھیروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، باران تزکیہ و تطہیر نے ہمہ قسم کدورتوں کو دھو ڈالا عدل و انصاف، صدق و اخلاص، شرم وحیا، قربانی و ایثار اور زہد و تقوی کے مجسم مظاہر معاشرے میں نظر آنے لگے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر فضاؤں نے سبد سکون سے گل پاشی کی یہ وہ نظام مصطفیٰ علیہ السلام ہی تھا جس کی دعوت قرآن مجید نے دی ہے۔ اس انقلابی نظام نے اپنی برکات سے زمین کا گوشہ گوشہ معمور کر دیا اس انقلاب کے پاسداران کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا سمندر موجزن تھا اور ان کی فکر و نظر کا مشرب قرآن مجید تھا یہی وجہ تھی کہ ان کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ لرزہ براندام رہتے تھے۔

برادر عزیز اب ذرا قرون اولیٰ کے مسلمان اور آج کے مسلمان کو میزان تدبر پہ رکھیے اور قوت احساس کو فیصلہ کے لئے بیدار کیجیے۔ آپ کو دونوں کے مقام و مرتبہ میں اتنا ہی بعد نظر آئے گا جتنا کہ عزت و ذلت، شرافت و رذالت، ذکاوت و غباوت، علم و جہالت، اور نور و ظلمت، میں ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ جس جال میں ہم گرفتار ہیں اس کے تار و پود اغیار کی سازشیں ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ صیہونی اور طاغوتی طاقتیں ہمیں صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانے کے درپے ہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ موجودہ حالت زار کا مرکزی کردار ہم خود ہی ہیں۔ ہم نے سنبھلنے کی بجائے

آشیاں سے گرنے میں بہت جلد بازی کی ہے۔ جولائحہ عمل حال و مستقبل میں ہمارے جادہ منزل کو متعین کرتا ہے۔ ہم نے اس سے راہنمائی لینا چھوڑ دی۔ ہم نے راہ زندگی کے ناصح سے اپنا تعلق منقطع کرلیا۔ ہم اس واعظ سے دور بھاگ گئے جو ہمیں طریق مقصود کے پیچ و خم میں اغیار کے ٹھکانوں اور کمیں گاہوں سے خبردار کرتا ہے ہم نے وہ درس حیات طاق نسیاں کے حوالے کر دیا جو فلاح دارین کا ضامن ہے۔ فکر قرآن کا سرمہ نہ لگانے پر چشم تدبّر بے نور ہوگئی۔ فکری انحطاط نے ہمیں اس قدر مفلوج کر دیا کہ ہمارے نزدیک ترقی و تنزل کے معیار بدل گئے' اس خطرناک موڑ پر ہماری وادی غفلت میں ایک صدائے احساس آواز دے رہی ہے۔

ارے ازالہ نقصان سے پہلے احساس زیاں تو پیدا کرلو
دہلیز منزل پر بوسہ زن ہونے سے راہ منزل تو اختیار کرو
امید بہار سے پہلے اپنے آشیاں کو تو آباد کرو

اس کرب آفرین آواز پر ہمیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کمر ہمت باندھنا ہوگی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہمیں اپنے شب و روز کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا کوئی مزدور ہو یا صنعتکار۔ کسان ہو یا تاجر۔ معلم ہو یا متعلم ہر ایک کو اپنے مشغلے کے نشیب و فراز قرآن حکیم سے سمجھنے ہوں گے' انسان کسی شعبہ زندگی سے بھی متعلق ہو اس کی حقیقی خوشیوں کا دن فکر قرآن کے افق سے ہی طلوع ہو سکتا ہے۔

سوشلزم اور کمیونزم ایسے نظام درد ہیں درد کا درماں نہیں ہیں۔ قرآن تو انسانیت کا رمز شناس اور طبیب ہے۔ اور اس کے دیئے ہوئے نظام ہی میں انسان کا بھلا ہے

آیئے مزرع افکار کو بہار قرآن سے آشنا کریں۔
آیئے بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ حرم پہ لگائیں۔
آئے دل کی گہرائیوں میں اترنے والے کلام کی وجد آفرینیوں سے محظوظ ہوں۔
آیئے اس پیغام کو پڑھیں جس میں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کا راز مضمر ہے۔
آیئے اس نظریہ حیات کو سمجھیں جس کی آفاقیت تمام شعبہ ہائے زندگی میں صحت مند ارتقا کی ضامن ہے اور اخروی کامیابی کا سبب ہے۔